نام کتاب	:	دعوت وتبلیغ کی ضرورت
مصنف	:	محمد شمشاد ندوی
		(مدرس، مصنف، صحافی، داعی)
سن اشاعت	:	۲۰۱۲
ایڈیشن	:	اوّل
تعداد	:	ایک ہزار
صفحات	:	۷
سائز	:	23x36
قیمت	:	
کمپوزنگ	:	القلم کمپیوٹرس رام گنج، جے پور (راجستھان)
ناشر	:	الکریم اسلامک اکیڈمی، شیوہر (بہار)

دعوت وتبلیغ کی ضرورت

اسلام صالح افراد، متوازن خاندان اور پاکیزہ معاشرہ چاہتا ہے، صالح افراد سے صالح خاندان تشکیل پاتا ہے اور صالح خاندان سے پاکیزہ معاشرہ وجود میں آتا ہے، اگر فرد خراب ہے تو خاندان کا نظام درہم برہم ہوجاتا ہے اور اگر خاندان کا نظام درہم برہم ہے تو معاشرہ تباہی وبربادی کے دلدل میں جاگرتا ہے، لہٰذا بتدریج فرد، خاندان اور معاشرے تینوں کی اصلاح پر خصوصی توجہ دی جانی چاہیے، اسی عظیم مقصد کی خاطر کم وبیش ایک لاکھ انبیاء کرام تشریف لائے اور سب سے آخر میں خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم معبوث کئے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بے مثال تعلیم وتربیت سے ایک ایسے پاکیزہ معاشرہ کو وجود بخشا جس پر فرشتوں کو بھی رشک آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ ذمہ داری امت مسلمہ کے سپرد کی گئی کہ وہ خود اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہوکر دوسروں کی اچھی باتوں کو اپنانے اور بُری باتوں سے بچنے کی تلقین کرے اور پاکیزہ معاشرہ کے لیے حتی المقدور کوشش کرے۔ اللہ رب العزت زمانہ کی قسم کھاتے ہوئے فرماتا ہے:

والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین آمنوا عملوا الصالحات وتواصوا بالحق وتواصو بالصبر (سورہ عصر)

زمانہ کی قسم! بے شک انسان سرتاسر نقصان میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور جنہوں نے آپس میں حق کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کی۔

مفسرین نے سورۂ عصر کی تفسیر میں لکھا ہے کہ حق تعالیٰ نے زمانہ کی قسم کھا کر فرمایا کہ نوع انسان بڑے خسارے میں ہے اور اس خسارے سے مستثنیٰ صرف وہ لوگ ہیں جو چار چیزوں کے پابند ہیں، ایمان، عمل صالح، دوسروں کو حق نصیحت ووصیت اور صبر کی وصیت، دین ودنیا کے خسارے سے بچنے اور نفع عظیم حاصل کرنے کا یہ قرآنی نسخہ چار اجزا سے مرکب ہے جن میں پہلے دو جزء، اپنی ذات کی اصلاح کے متعلق ہیں اور دوسرے دو جزء دوسرے کی ہدایت اور اصلاح سے

متعلق ہیں اس لیے قرآن وحدیث میں ہر مسلمان پر اپنی اپنی قدرت کے مطابق امر بالمعروف ونہی عن المنکر فرض کیا گیا ہے''۔

دوسری آیت میں اس امت کا خصوصی فریضہ ہی بھلائی کا حکم دینا، اور برائیوں سے روکنا ہے۔ **کنتم خیر امۃأخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتؤ منون باللہ**؛ (آل عمران:۱۱۰)

تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے پیدا کی گئی ہو، بھلائی کا حکم دیتے ہو اور بُری باتوں سے روکتے ہو، اللہ پر ایمان لاتے ہو۔

اللہ کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے، ان مسلمان مرد اور عورتوں پر جو دیگر امور کے ساتھ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فریضہ کو انجام دیتے ہیں۔

المومنون والمومنات بعضھم اولیاء بعض یأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر ویقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ ویطیعون اللہ ورسولہ، اولٰئک سیر حمھم اللہ ان اللہ عزیز حکیم. (سورہ توبہ:۷۱)

مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے (دینی) رفیق ہیں، نیک باتوں کی تعلیم دیتے ہیں اور بُری باتوں سے منع کرتے ہیں اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مانتے ہیں، ان لوگوں پر ضرور اللہ تعالیٰ رحمت کرے گا، بلاشبہ اللہ قادر مطلق ہے حکمت والا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ اس امت کو حکومت وسربراہی عطا کرے تو اس کا شعار کیا ہونا چاہیے، خالق کائنات نے اس کی وضاحت خود فرمادی ہے، مندرجہ زیل آیت کو بار بار پڑھیے اور اللہ کے اس فرمان پر غور کیجئے: **الذین ان مکنھم فی الأرض اقاموا الصلوٰۃ و آتو ا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر** (سورہ حج:۴۱) یہ ایسے لوگ ہیں اگر ہم ان کو دنیا میں حکومت دیے دیں تو یہ لوگ (خود بھی) نماز کی پابندی کریں اور زکوۃ دیں اور (دوسرے کو بھی) نیک کام کرنے کو کہیں اور برے کاموں سے منع کریں۔

ایک دوسرے کو بھلائی کی طرف بلانے اور برائی سے روکنے میں اللہ کی رضا وخوشنودی کا

استحضار ہو، کسی کی تذلیل اور تنقیص اور اپنی عزت و بڑائی کا ذرا بھی خیال نہ آئے، اس فریضہ کی انجام دہی میں حکمت اور صبر سے کام لیا جائے، اور اس راہ کی تکلیفوں کو برداشت کیا جائے، مایوس ہو کر یکسوئی اختیار نہ کی جائے۔فرعون جیسے سرکش و نافرمان کے سلسلے میں بھی حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ کو نرم گفتگو کا حکم دیا گیا ہے۔

فقولا له قولاً لينا (سورہ توبہ:۴۴)

ہمارے مخاطب فرعون سے زیادہ نرم گفتگو کے مستحق ہیں، کیونکہ ہمارے مخاطب خدائی کا دعوی نہیں کرتے، ہم ان کی اصلاح و ہدایت سے کیوں مایوس ہو جائیں۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ذمہ داری، طاقت و صلاحیت کے مطابق عائد ہوتی ہے، اللہ نے انسان کو اس کی طاقت سے زیادہ کسی کام کا پابند نہیں بنایا۔ **لايكلف الله نفسا الا وسعها** (سورہ بقرہ:۲۸۶)۔

اس لیے اسلام نے جہاں امت مسلمہ پر ایک دوسرے کو بھلائی و نیکی کی تلقین کرنے اور برائیوں سے روکنے کا پابند کیا وہیں ایک ایسا ضابطہ بھی بنایا ہے جس پر کار بند ہو کر اس فریضہ کو بحسن وخوبی انجام دیا جا سکتا ہے اور دنیاوی کامیابی اور اُخروی اجر و ثواب بھی حاصل کیا جا سکتا ہے، سرور کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’جو شخص تم میں سے کوئی برائی کو دیکھے تو اس کو چاہیے کہ اپنے ہاتھ سے روک دے اور اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روک دے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اس کام سے نفرت کرے یہ ایمان کا کمزور ترین حصہ ہے‘‘۔(صحیح مسلم: ج ۱ ص ۶۹)

آج ہمارے خاندان اور معاشرے میں کتنی برائیاں ہیں جو قدم جما چکی ہیں، رسم ورواج اور خاندانی ضابطوں کی وجہ اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی کھلے عام خلاف ورزی ہو رہی ہے۔تقریبات میں فضول خرچی اور غیر اسلامی طور طریقے کی پابندی کی جارہی ہے، ہماری سوسائٹی میں، شراب، جوا، ظلم و حق تلفی، حسد و بدگمانی، جھوٹی شہادت، تہمت، شرک و بدعات، مادہ پرستی اور خود غرضی وغیرہ عام ہوتی جارہی ہے، مسلمانوں کی نئی نسل دین سے دور ہوتی جارہی ہے، مغربی تہذیب اور باطل افکار و تقالید نے ان کے ظاہری و باطنی حالات کو تبدیل کر دیا ہے، فلمی

شخصیات اور بد دین و ملحدان کے آئیڈیل بن چکے ہیں، کیا مسلمانوں کے موجودہ حالات عذاب الٰہی کے مستحق نہیں ہیں، کیا ان حالات میں نصرت الٰہی کی توقع کی جا سکتی ہے، کیا اب وقت نہیں آ گیا ہے کہ خاندان کے سربراہ اپنی ذمہ داری کو نبھائیں اور امت مسلمہ کا ہر فرد معاشرہ کی اصلاح کے لیے اٹھ کھڑا ہو، ہم سبھی اپنا محاسبہ کریں کہ برائیوں کو روکنے میں ہماری طاقت و صلاحیت صرف ہو رہی ہے، ہماری زبان سے منکرات کو روکنے کی طاقت نہیں تو کیا ہمارے دل میں ان برائیوں کو مٹانے کی تڑپ ہے، کیا ہم ان برائیوں کو دیکھ کر بے چین و مضطرب ہو جاتے ہیں؟ ذرا ٹھنڈے دل سے سوچئے کہ ہماری موجودہ روش عذاب الٰہی کو دعوت نہیں دے رہی ہے؟ ہمیں اپنا محاسبہ کرنا چاہیے قبل اس کے کہ حالات مزید بدتر ہو جائیں، عذاب الٰہی کا سلسلہ شروع ہو جائے، اور عذاب سے نجات کے لیے دعائیں مانگی جائیں اور وہ رد کر دی جائیں۔

ترمذی شریف میں ہے:۔

عن حذيفة ان النبی ﷺ قال والذی نفسی بیده لتأمرن بالمعروف ولتنهون عن المنكر او ليو شكن الله أن يبعث عليكم عقاباً من عنده ثم تدعونه فلايستجاب لكم. (ترمذی شریف، حدیث نمبر:۱۲۶۹)

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم لوگ ضرور لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے روکتے رہو۔اگر ایسا نہ کرو گے تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب مسلط کر دے پھر تم اس عذاب سے نجات کی دعائیں مانگو گے اور دعائیں قبول نہ ہوں گی‘‘۔بخاری شریف کی ایک روایت ہے:

حضرت نعمان بن بشیرؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ کے قانونی حدود توڑنے والے ہیں اور جو لوگ ان کو دیکھ کر چشم پوشی اور مداہنت کرنے والے ہیں(یعنی باوجود قدرت کے ان کو روکتے نہیں) ان دونوں گروہوں کی مثال اس قوم کی مانند ہے جو ایک کشتی میں قرعہ ڈال کر سوار ہوئے، بعض کشتی کے نچلے طبقہ میں اور بعض اوپر کے طبقہ میں سوار ہو گئے۔جو لوگ نچلے طبقے میں تھے وہ پانی کے لیے اوپر سے ہو کر گذرتے تو انہوں نے کہا اگر ہم اپنے خاص حصہ میں سوراخ کر لیں تو اوپر والے کو تکلیف نہیں ہوگی۔حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا اگر اوپر والے ان کو اس حال میں چھوڑ دیں جو انھوں نے ارادہ کیا تو تمام لوگ ہلاک ہو جائیں گے اگر انھوں نے نچلے طبقے کا ہاتھ پکڑ لیا تو وہ ہلاکت سے بچ جائیں گے اور سبھی نجات پالیں گے۔(بخاری حدیث:۲۳۶۱)

الغرض امت محمدیہ بھلائی کا حکم دینے اور بُرے کاموں سے منع کرنے کے عظیم الشان فریضہ سے مشرف ہے، لہٰذا امت مسلمہ کا ہر فرد اپنی اور اپنے اہل وعیال اور متعلقین کی اصلاح کی فکر کرتا رہے اور برائیوں سے روکتا رہے، اور نیکی اور صبر کی تلقین کرتا رہے، اس کے ساتھ ہی اپنے خاندان اور معاشرے میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فریضہ کو انجام دیتا رہے اور غیر مسلمین تک اسلام کی روشنی پھیلانے کی ہر ممکن کوشش کرتا رہے، اور اپنے اخلاق وکردار سے ان کو متاثر کرنے اور اسلام سے قریب کرنے کی مسلسل کوشش کرتا رہے، ورنہ اس فریضہ سے غفلت وکوتاہی برتنے پر اس دنیا میں بھی عذاب اور مصائب وآلام سے دوچار ہونا ہوگا اور آخرت میں بھی مواخذہ ہوگا۔ **اللھم احفظنا من کل بلاء الدنیا وعذاب الآخرة.**

اللہ ہمیں اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنے کا سچا جذبہ عطا فرما کر اخلاص کے ساتھ اس فریضہ کو انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

وما توفیقی الا باللہ وعلیہ توکلت والیہ انیب

☆☆☆